واقعۂ معراج

کتاب وسنّت اور اقوالِ سلف کی روشنی میں

شعراء اور واعظین کی مبالغہ آرائی

بعض شعراء اور واعظین نے یہ بات مشہور کر رکھی ہے کہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم عرشِ معلیٰ پر جلوہ گر ہوئے اور اللہ کریم سے راز و نیاز کی باتیں کیں ــــ مگر یہ بات کتاب وسنت اور معتبر تاریخ سے ثابت نہیں، چنانچہ مولانا عبدالحی لکھنوی حنفی "غایۃ المقال" میں ارقام فرماتے ہیں کہ:

"ووصولہٗ الی ذروۃ العرش لم یثبت فی خبر صحیح ولا حسن ولا ثابتاً اصلاً۔ الخ!"

یعنی نبی علیہ السلام کا عرش تک جانا صحیح حدیث سے کجا، کسی بھی لحاظ سے ثابت نہیں!

اسی طرح جوتوں سمیت والی روایت کے متعلق "غایۃ المقال فیما یتعلق بالنعال" میں رقمطراز ہیں کہ:

"وبالجملۃ فرقیّہٗ صلی اللہ علیہ وسلم علی السمٰوات بنعلہ، ووطیہٗ بہٖ لم یثبت ومالم یثبت لا یجوز لنا ان نجتری علیٰ ذکرہٖ۔"

(مجموعہ رسائل ص۱۵۰ و ص۱۵۱)

یعنی جوتوں سمیت نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کا آسمانوں پر جانا ثابت نہیں، اور بے ثبوت باتوں کا تذکرہ کرنا ہمارے لیے جائز نہیں!

اس کے برعکس سرسید احمد خاں علی گڑھی نے تفسیر احمدی میں معراجِ جسمانی کا انکار کیا ہے، جو کتاب وسنّت کے خلاف ہے۔ درآنحالیکہ قرآنِ مجید میں اس مقدس سفر کا تذکرہ سورۂ

بنی اسرائیل اور سورۃ النجم کی ابتدائی آیات میں لفظ "عَبْدِهٖ" کے ساتھ کیا گیا ہے علاوہ ازیں تواتر درجہ کی احادیث میں بھی اس مبارک سفر کا تفصیلی ذکر ہے، اور ان احادیث کے متعلق شیخ الاسلام امام ابنِ تیمیہؒ نے فرمایا ہے کہ:

"احادیث المعراج وصعوده الی السمآء وما فوق السمٰوات ....

معروفۃ متواترۃ فی الاحادیث۔" (الجواب الصحیح ص ۱۶۹)

پھر ان روایات کو حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری میں اور علامہ ابنِ کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں تحقیق و تنقید کے ساتھ یکجا ذکر کیا ہے۔

معراجِ جسمانی کے دلائل اور جمہور کا مسلک

علماء محققین کی اکثریت کے مطابق یہ مبارک سفر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے جاگتے ہوئے مکہ معظمہ سے بیت المقدس تک، اور پھر "سبع سمٰوٰت" سے اوپر "سدرۃ المنتہیٰ" تک بجسدِ عنصری طے کیا — چنانچہ حافظ ابنِ حجر فتح الباری میں رقمطراز ہیں:

(اسراء اور معراج ایک ہی رات میں بحالتِ بیداری مع الروح والجسم بعثتِ نبوی کے بعد پیش آئے، محدثین، فقہاء اور متکلمین اسلام کی بہت بڑی اکثریت اس کی

لہ مولانا ثناء اللہ پانی پتیؒ تفسیرِ مظہری میں ارقام فرماتے ہیں:

"ان العبد عبارۃ عن مجموع الروح والجسد"

اسی طرح سید محمود آلوسیؒ روح المعانی میں تحریر فرماتے ہیں:

"فان العبد اسم الروح والجسد۔"

یعنی بلا شبہ "عَبْد" سے مراد "مجموعہ روح و جسد" ہے۔ پھر قرآنِ کریم میں بھی "عَبْد" روح مع الجسد ہی کا تذکرہ ہے، مثلاً: "نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا" (البقرۃ: ۲۳) — "نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ۔" (الفرقان: ۱) — "اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْکِتٰبَ۔" (الکہف: ۱) — اگر "عَبْد" صرف روح کا نام ہے تو صرف روح پر تنزیلِ کتاب چہ معنی دارد؟ — "وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا۔" (الفرقان: ۶۳) اگر "عَبْد" صرف "روح" ہے تو مشی کیسی؟ — اسی طرح "اَرَاَیْتَ الَّذِیْ یَنْهٰی ه عَبْدًا اِذَا صَلّٰی" (العلق: ۹-۱۰) — "لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ" (الجن: ۱۹) میں "عبد" اگر صرف "روح" ہے تو نماز پڑھنا اور قیام کیسا؟

قائل ہے۔ صحیح حدیث کی صراحت بھی یہی ہے، اس سے انحراف کی کوئی معقول وجہ نہیں — اور نہ ہی یہ امر محال ہے کہ اس کی تاویل کی ضرورت ہو۔"
(فتح الباری، مطبوعہ دہلی ص ۱۴۰/۳)

صاحب جامع البیان نے ص ۲۴۱ پر ذکر کیا ہے کہ:
"الصحیح ان الاسراء فی الیقظۃ بعد البعث مرۃ واحدۃ۔"
"یعنی صحیح بات یہی ہے کہ معراج بحالتِ بیداری مع الجسم بعثتِ نبوی کے بعد ایک مرتبہ ہوا۔"

اجماعِ اُمّت

(۱) علامہ ابنِ کثیر رحمہ اللہ رقام فرماتے ہیں:
"فحدیث المعراج اجمع علیہ المسلمون واعرض عنہ الزنادقۃ والملحدون۔" (ابنِ کثیر ص ۲۴/۳)
کہ "زنادقہ اور ملحدین کے علاوہ باقی تمام مسلمانوں کا حدیثِ معراج پر اتفاق و اجماع ہے۔"

(۲) نیز قرطبی میں ہے:
"ذھب معظم السلف المسلمین الی انہ کان اسراء فی الیقظۃ بالجسد۔" (قرطبی ص ۲۰۸/۱۰)
"سلف صالحین کا اس پر اتفاق ہے کہ معراج نبی علیہ السلام کو بحالتِ بیداری، مع الروح والجسم ہوا۔"

(۳) امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
"خبر المعراج حقٌّ ومن ردّہٗ فھو ضالٌّ مبتدعٌ۔"
"معراج کا واقعہ حق ہے اور اس کا منکر گمراہ اور بدعتی ہے۔" (فقہ اکبر ص ۷)

تفصیل کے لیے دیکھئے: تفسیر حقانی ص ۴۹/۳، الشفاء للقاضی عیاض مطبوعہ بریلی ص ۸۶، طبری ص ۱/۱۵، ابنِ کثیر ص ۱۴۱/۵، البدایہ والنہایہ ص ۱۱۳/۳، ص ۱۱۴/۳، فتح الباری مطبوعہ دہلی ص ۴۵۱/۳، سیرۃ النبی مولانا سید سلیمان ندوی ج ۳، رحمۃ للعالمین للقاضی محمد سلیمان منصورپوری، حجۃ اللہ البالغہ للشاہ ولی اللہ مطبوعہ مصر!

حدیثِ معراج کے راوی: واقعہ معراج تقریباً پینتالیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے

مروی ہے، جن کی روایات کو علامہ عماد الدینؒ نے تفسیر ابن کثیر میں، علامہ سیوطیؒ نے الدر المنثور میں، علامہ ابن حجرؒ نے فتح الباری، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الانبیاء اور کتاب التوحید میں ذکر کیا ہے۔ ان میں حضرت ابوذر غفاریؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ، حضرت ابوسعید الخدریؓ، حضرت عبداللہ بن سعدؓ، حضرت صہیب بن سنانؓ، حضرت ابوایوب انصاریؓ، حضرت سمرہؓ بن جندب، حضرت حذیفہؓ، حضرت سہیل بن سعدؓ، حضرت شداد بن اوسؓ، حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کے اسمائے گرامی آتے ہیں۔ (دیکھئے زرقانی ص ۲۵۵)

منکرینِ معراجِ جسمانی کے دلائل اور ان کا جواب

منکرینِ معراجِ جسمانی کے پاس کوئی ٹھوس دلیل نہیں

انہوں نے صرف دو روایتوں سے استنباط کیا ہے، جن کا ماخذ کتبِ سیرت ہیں، کتبِ احادیث میں ان کا نام و نشان بھی نہیں!

قارئین غور فرمائیں کہ صحیحین کے مقابلہ میں کتبِ سیرت کی کیا حیثیت ہے؟ پھر پینتالیس[۴۵] اصحابِ رسولؐ کی صحیح روایات کے مقابلہ میں بے سند روایات پر اعتبار کرنا کیا علم و دانش کے تقاضوں کے مطابق ہے؟ بہر حال ایک نظر مذکورہ روایات کے متون و اسناد پر ڈالیں۔

ایک روایت جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:

"مَا فقدت جسد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ المعراج۔"

(ابن ہشام)

"(حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ) میں نے شبِ معراج نبی علیہ السلام کے جسمِ اطہر کو گم نہیں پایا۔"

پھر اسی راوی محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ:

"حدثنی بعض آلِ ابی بکر۔"

یعنی "مجھے ابوبکرؓ کے خاندان کے کسی فرد نے بتایا۔"

گویا کہ محمد بن اسحاق تابعیؒ اپنے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے درمیان راوی

کا نام بھی نہیں بتا رہے — اب واللہ اعلم، وہ معتبر ہے یا غیر معتبر؟

پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حریم نبویؐ میں ہجرت کے بعد داخل ہوئیں، اور واقعۂ معراج ہجرتِ نبویؐ سے پہلے کا ہے، تو اس حال میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کا نبی علیہ السلام کے جسمِ اطہر کو گم پانا، نہ پانا، چہ معنی دارد؟

دوسری روایت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔ اس میں یعقوب بن عتبہ طبقۂ سادسہ کا راوی ہے، اور طبقۂ سادسہ کے رواۃ کے متعلق تقریب میں لکھا ہے:

"لم یثبت لھم لقاء احدٍ من الصحابة۔" (دیباچہ تقریب)

"ان کی کسی صحابیؓ سے ملاقات ثابت نہیں"!

پھر جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے یعقوب بن عتبہ کی ملاقات ہی ثابت نہ ہوئی اور درمیان کے راوی کا بھی کچھ پتہ نہیں، اندریں صورت یہ روایت کہ:

"کانت رؤیا من اللہ صادقة۔" مجروح راوی اور سند منقطع ہونے کے باعث ناقابلِ اعتبار ٹھہری — طرہ یہ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ واقعۂ معراج تک ایمان بھی نہیں لائے تھے۔

ایک قابلِ غور نکتہ

منکرینِ معراج ذرا درج ذیل احادیث پر بھی غور فرمائیں۔

"عن جابر بن عبد اللہؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما کذبنی قریش حین اسری بی الی بیت المقدس قمت فی الحجر فجلّی اللہ لی بیت المقدس فطفقت اخبرھم عن آیاتہٖ وانا انظر الیہ۔" (متفق علیہ وکذا فی المشکوٰۃ بتغیرِ الالفاظ، ص۵۳۰ ج۲)

"عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقد رأیتنی فی الحجر وقریش تسألنی عن مسرای فسألتنی عن اشیاء من بیت المقدس لم اثبتھا فکربت کربًا ما کربت مثلہ فرفعہ اللہ لی انظر الیہ ما یسألونی عن شیءٍ الّا انبأتھم۔ الحدیث!"

(رواہ مسلم کذا فی المشکوٰۃ، باب المعراج ص۵۲۹)

مذکورہ روایات کا ماحصل یہ ہے کہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم فرماتے ہیں کہ جب قریش نے

میرے بیت المقدس جانے کو جھٹلا دیا اور نشانات طلب کرنے لگے، تو مجھے شدید پریشانی لاحق ہوئی۔ تب اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو میرے سامنے کر دیا۔ میں عمارت کو دیکھتا اور جو نشانات وہ پوچھتے، ان کو بتا تا جاتا تھا۔

اگر یہ خواب کا واقعہ ہوتا تو مضطرب ہونے کی کیا ضرورت تھی؟

تاریخِ معراج

(۱) ابنِ شہابؒ زہری، قاضی عیاضؒ، اور امام نوویؒ کا خیال ہے کہ معراج نبوت کے پانچ سال بعد ہوا۔ (تاریخ مکہ ص۲۰۶)

(۲) علامہ ابنِ اثیرؒ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ واقعہ معراج ہجرت سے ایک سال قبل ہوا۔ (ابنِ اثیر)

(۳) امام ابنِ حجر عسقلانی نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے کہ:

"انہ کان فی رمضان بثمانیۃ عشر شہراً قبل الھجرۃ۔"

(فتح الباری ص۲۰۳ ج۷)

یعنی "واقعہ معراج رمضان المبارک میں ہجرت سے اٹھارہ ماہ قبل پیش آیا۔"

(۴) اسمٰعیل اسدی نے بحوالہ طبری اور بیہقی ذکر کیا ہے کہ واقعہ معراج ہجرت کے ایک سال پانچ ماہ قبل شوال میں ہوا۔ (مواہب لدنیہ طبع بیروت ص۳۰۸)

(۵) ابنِ ابی شیبہ نے بروایت حضرت جابرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ ذکر کیا ہے کہ:

"ولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی عام الفیل یوم الاثنین الثانی عشر من ربیع الاول وفیہ بعث وفیہ عرج بہ الی السماء و فیہ ھاجر وفیہ مات صلی اللہ علیہ وسلم۔" (البدایہ والنہایہ)

یعنی نبی علیہ السلام کی ولادت بارہ ربیع الاول سوموار کو ہوئی، اسی مہینہ میں نبوت سے سرفراز ہوئے، اسی مہینہ میں معراج ہوئی، اسی مہینہ میں ہجرت کی، اور اسی مہینہ میں وفات پائی۔

(۶) امام ابراہیم الحربی نے ربیع الآخر کو ترجیح دی ہے۔ (مواہب لدنیہ ص۳۰۸)

(۷) لیکن امام ابنِ عبدالبر نے ماہِ رجب کی ستائیس ۲۷ تاریخ کو ترجیح دی ہے، اور اکثر قدیم وجدید مصنفین نے بھی ۲۷ رجب کو زیادہ مناسب گردانا ہے۔[۱] (تفصیل کے لیے

---

[۱] واضح رہے کہ روایات کا یہ اختلاف اپنی جگہ، تاہم اس بناء پر واقعہ معراج (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ملاحظہ ہو: فتح الباری ص ۲/۴۵۳، البدایہ والنہایہ ص ۳/۱۵، روح المعانی ص ۱۵/۴۶۹، رحمۃ للعالمین ص ۱/۷۷)

واقعہ معراج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گزشتہ رات مجھے اللہ کریم نے اپنے خاص سجدو شرف سے نوازا، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

مَیں شعبِ ابی طالب میں اپنی پھوپھی زاد ہمشیرہ اُمِ ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر محوِ آرام تھا کہ حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور مجھے بیدار کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں مسجدِ حرام میں آ گیا، یہاں میں کچھ لیٹ گیا۔ پھر مجھے پوری طرح بیدار کر کے میرا سینہ چاک کیا گیا اور دھو کر ایمان و حکمت سے بھر دیا گیا۔ دروازہ حرم پر سواری کا انتظام تھا، جو خچر سے چھوٹی سپید رنگ کی براق[1] تھی اور جس کی برق رفتاری بیان سے باہر ہے۔ اس پر سوار ہو کر مَیں بیت المقدس پہنچا اور حضرت جبریل علیہ السّلام کے اشارہ پہ براق کو مسجد کے دروازہ کے ساتھ باندھ دیا۔ پھر مسجدِ اقصیٰ میں دو رکعت نماز ادا کی، بعد از فراغتِ نماز جبریل علیہ السّلام نے میرے سامنے دو پیالے پیش کیے۔ میں نے دودھ کا پیالہ قبول کر لیا اور شراب کا پیالہ متروک کر دیا۔ یہ منظر دیکھ کر جبریل علیہ السّلام نے فرمایا: "آپ نے دینِ فطرت کو قبول کیا ہے۔"

بعد ازاں آسمان کی طرف سفر کا آغاز ہوا اور بذریعہ سیڑھی[2] مجھے آسمان کی جانب لے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کا سرے سے انکار کر دینا پر لے درجے کی حماقت ہے۔ کیونکہ معراج کے علاوہ نبی علیہ السّلام کی تاریخ ولادت میں بھی اختلاف ہے، تو کیا اس بناء پر آپ کی ولادت ہی کا انکار کر دینا ممکن ہوگا؟ — ہرگز نہیں! فافہم وتدبّر! (مدیر)

[1] البراق: "اشتقاق من البرق لسرعتہ ھو دابّۃ ابیض فوق الحمار دون البغل یضع حافرہ عند منتھیٰ نظرہٖ۔" (حاشیہ جلالین ص ۲۲۸، ابنِ کثیر ص ۳/۲۲)

"براق کا اشتقاق برق سے ہے تیز رفتاری کی بناء پر اسے براق کہا گیا۔ یہ سفید رنگ کا جانور تھا، جو قد میں گدھے اور خچر کے درمیان تھا۔ تیز رفتاری کا یہ عالم کہ وہ اپنا قدم انتہائے نظر پر رکھتا تھا۔"

[2] علامہ ابنِ حجرؒ فرماتے ہیں کہ:

"إنّہ لم یکن علی البراق بل رقی المعراج وھو سلّم"

"آپؐ کا آسمانوں کا سفر براق پر نہ تھا، بلکہ معراج کے ذریعے تھا، اور معراج سیڑھی کو کہتے ہیں۔"

(باقی حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

جایا گیا۔ جب ہم آسمانِ دنیا تک پہنچے تو جبرئیل علیہ السلام نے محافظ فرشتوں سے دروازہ کھولنے کے لیے کہا۔ فرشتے نے دریافت کیا، کون ہے؟ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ میں جبریل ہوں اور میرے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ محافظ فرشتے نے پھر کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ کے حکم سے بلائے گئے ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے کہا، ہاں! محافظ فرشتے نے دروازہ کھولتے ہوئے مرحبا کہا۔ ہم اُوپر گئے تو حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، جبریل علیہ السلام نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ آپ کے والد حضرت آدم علیہ السلام ہیں، ان کو سلام کیجیے۔ میں نے ان کو سلام کہا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیتے ہوئے "مرحبًا بالابن الصالح والنبی الصالح" فرمایا۔ پھر دوسرے آسمان تک پہنچے، پہلے آسمان کی طرح یہاں بھی سوال و جواب کے بعد دروازے میں داخل ہوئے۔ یہاں حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام سے ملاقات ہوئی۔ جبریل علیہ السلام نے تعارف کرایا اور میں نے سلام میں پہل کی، انہوں نے سلام کا جواب دیتے ہوئے "مرحبًا بالاخ الصالح والنبی الصالح" فرمایا۔ پھر تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی انہوں نے بھی میرے سلام کا جواب دیتے ہوئے فرمایا، خوش آمدید اے برگزیدہ بھائی اور برگزیدہ نبی! چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام، پانچویں پر حضرت ہارون علیہ السلام چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ سوال و جواب کے ساتھ مراحل طے کر کے جب ہم ساتویں آسمان پر پہنچے تو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

پھر سیڑھی کی کیفیت بیان فرماتے ہیں: "وهو الذی یمدّ الیه المیّت اذا حضره وفی روایة وصفت له مرقاة من فضة ومرقاة من ذهب" یعنی سیڑھی اتنی خوب صورت تھی کہ مرنے والا عالمِ جان کنی میں بھی اسے دیکھنے کے لیے آنکھیں کھول دے۔ دوسری روایت جو حضرت ابو سعیدؓ سے مروی ہے، اس میں ہے کہ دو سیڑھیاں تھیں، ایک سونے اور دوسری چاندی کی۔ اور بعض روایات میں ہے کہ جنۃ الفردوس سے ایک سیڑھی لائی گئی جس میں موتی جڑے ہوئے تھے، اس کے دائیں اور بائیں فرشتے تھے۔ ناسخ التواریخ میں ہے کہ اس سیڑھی کا سر آسمان سے ملا ہوا تھا۔ اسی سیڑھی کے ذریعے فرشتے آسمان پر چڑھتے ہیں اس کا ایک بانس یاقوت کا اور دوسرا زمرد کا تھا، اور اس کے پائے بالترتیب سونے اور چاندی کے تھے، جو یاقوت اور موتیوں سے مرصع تھے۔

ملاقات ہوئی جو بیت المعمور سے ٹیک لگائے ہوئے تھے، انہوں نے بھی میرے سلام کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: "مرحبا یا ابن الصالح والنبی الصالح" پھر مجھے سدرۃ المنتہٰی تک پہنچایا گیا، جس کی صفت یہ تھی "فاذا نبقھا مثل قلال ھجر واذا ورقھا مثل اذان الفیلۃ" (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ ص ۵۲۷) یعنی اس کا پھل ہجر کی ٹھلیا کے برابر اور اس کے پتے ہاتھی کے کان کی طرح چوڑے تھے۔"

بعد ازاں میرے سامنے دودھ شراب اور شہد کے پیالے پیش کئے گئے میں نے دودھ کو قبول کیا۔ جبریل علیہ السّلام نے مجھے بشارت دیتے ہوئے فرمایا کہ آپؐ نے دینِ فطرت کو قبول کیا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے دوبارہ ملاقات

پھر ارشادِ ربانی ہوا کہ تم پر دن رات میں پچاس نمازیں فرض ہیں۔ واپسی پر حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے دریافت کیا، آپؐ کیا تحفہ لائے ہیں؟ میں نے جواباً کہا کہ پچاس نمازیں! حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے فرمایا "اِنَّ امتک لاتستطیع خمسین صلوٰۃ کل یوم" "آپؐ کی اُمت یہ بوجھ ہرگز برداشت نہ کر سکے گی۔ اپنی اُمت کے لیے تخفیف کی التجا کیجئے، کیونکہ میں آپؐ سے پہلے اپنی اُمت کو آزما چکا ہوں" (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ ص ۵۲۸ ج ۲)

چنانچہ میں نے دوبارہ بارگاہِ ایزدی میں تخفیف کی التجا کی تو دس نمازیں کم ہوئیں۔ (صحیح مسلم کی ایک روایت میں پانچ نمازوں کی کمی کا تذکرہ ہے ملاحظہ فرمائیں مشکوٰۃ ص ۵۲۶ ج ۲)

پھر حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے ملاقات ہوئی، انہوں نے دوبارہ پھر تقاضا کیا کہ:

"اِنَّ امتک لاتطیق ذالک فارجع الی ربک فسلہ التخفیف۔"

یعنی دوبارہ تخفیف کی درخواست کیجئے۔ چنانچہ متعدد بار یہی سلسلہ رہا حتیٰ کہ پانچ نمازیں باقی رہ گئیں۔ مگر موسیٰ علیہ السّلام نے پھر بھی اصرار کیا اور کہا کہ آپؐ کی اُمت یہ بوجھ بھی برداشت نہ کر سکے گی۔ اس پر کہا میں نے اب مجھے شرم آتی ہے کہ اب بھی تخفیف کی التجا کروں۔ جب میں چلنے لگا تو ندا آئی:

"امضیت فریضتی وخففت عن عبادی۔" (متفق علیہ، مشکوٰۃ ص ۵۲۸ ج ۲)

یعنی میں نے اپنا فرض نافذ کر دیا ہے اور اپنے بندوں پر تخفیف بھی کر دی ہے، کہ:

(بقیہ صفحہ ۲۹)